شاہد حسین رزاقی

عراق

۱۹۴۸ء اور ۱۹۵۱ء میں مجھے چار مرتبہ عراق جانے کا موقع ملا۔ بغداد میں ہندوستانی مسلمانوں کی ایک انجمن تھی جو قیام پاکستان کے بعد پاکستانی مسلمانوں کی انجمن بن گئی۔ پہلی مرتبہ اسی انجمن کے توسط سے عراقی رہنماؤں اور صحافیوں سے تعارف ہوا تھا۔ مگر ۱۹۵۱ء میں جب میں پھر عراق گیا تو اس انجمن کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ لیکن عراق میں کچھ ایسے دوست موجود تھے جو قومی سرگرمیوں میں نمایاں حصہ لیتے تھے۔ اور ان کی وجہ سے عراق کے کئی وزیروں، سیاسی رہنماؤں، ممتاز صحافیوں، اور علماء و مشائخین نیز کئی نوجوان قومی کارکنوں سے بھی اچھی طرح واقفیت ہو گئی۔ اس طرح عراق کے مسائل کو بخوبی سمجھنے اور عراقیوں کو قریب سے دیکھنے کے مجھے بہت کافی مواقع ملے۔ اور میں بڑی دل چسپی سے وہاں کے حالات کا مطالعہ کرتا رہا۔

جدید عراق

عراق قدیم ترین تہذیبوں کا مرکز رہا ہے جن کے آثار فرات اور دجلہ کی وادیوں میں اب تک موجود ہیں۔ اُر، بابل، اور نینوا کے کھنڈر عہد قدیم کی عظیم تہذیبوں اور زبردست سلطنتوں کی عبرت انگیز یادگار ہیں۔ بصرہ، کوفہ، کربلا، بغداد اور موصل اسلامی عہد کے شہر ہیں۔ مسلمانوں کے دورِ عروج میں یہ ان کی عظمت و شوکت کے آئینہ دار تھے اور آج بھی ان کو دیکھ کر عہد رفتہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ جدید عراق ۱۴۳۰۰۰ مربع میل رقبے اور تقریباً پچاس لاکھ آبادی کا چھوٹا سا ملک ہے۔ لیکن بین الاقوامی سیاست میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اور اس اہمیت کا سبب اس کا محل وقوع اور پٹرول کے چشمے ہیں جن کی بدولت عراق کو اپنی قوت اور دولت بڑھانے کے مواقع ملے۔ اور وہ ترقی کے میدان میں دوسرے کئی عرب ممالک سے آگے نکل گیا۔

دورِ ملوکیت

پہلی عالمی جنگ تک عراق سلطنتِ عثمانیہ کا حصہ تھا۔ ۱۹۱۷ء میں برطانیہ نے قبضہ کر لیا۔ عہد نامۂ ورسائی میں اس کو برطانیہ کے زیر انتداب علاقہ قرار دیا گیا۔ برطانیہ اس کو ہندوستان کا حصہ بنا دینا چاہتا تھا لیکن عراقی اس کے خلاف تھے۔ ان کی قومی تحریک کے رہنما طالب پاشا اور نوری السعید تھے۔ جو جلاوطن کر دیئے گئے۔ یہ لوگ حسین شریف مکہ کے لڑکے فیصل کی جدوجہد میں شریک ہو گئے۔ عراق کے دوسرے رہنما جعفر العسکری، علی جودت اور جمیل مدفاعی

تھے۔ انہوں نے بھی فیصل کی حمایت کی اور عراق کی جداگانہ مملکت بنانے کا مطالبہ کیا۔ آخر کار برطانیہ کی قائم کردہ عراقی مجلس مملکت نے فیصل کو بادشاہ منتخب کر لیا۔ ۱۹۲۲ء میں پہلا اینگلو عراقی معاہدہ ہوا جس میں عراق کی دستوری حکومت کو تسلیم کر لیا گیا۔ ۱۹۲۴ء میں نئے دستور کا مسودہ منظور کیا گیا جس کے مطابق عراق کی پہلی پارلیمنٹ قائم کی گئی۔ ۱۹۲۷ء اور ۱۹۳۰ء میں دو اور معاہدے ہوئے۔ جن میں برطانیہ نے عراق کی آزادی اور مساوی مرتبہ کو تو تسلیم کیا لیکن اپنا انتداب قائم رکھا۔ محبانِ وطن برطانوی انتداب کے خاتمے کا مطالبہ کر رہے تھے اور یہ تحریک روز بروز شدید تر ہوتی جا رہی تھی۔ اس طرح برطانیہ سے معاہدوں کی حمایت اور مخالفت کا مسئلہ عراقی سیاست کی بنیاد بن گیا۔ آخر کار ۱۹۳۲ء میں انتداب کے خاتمے کا فیصلہ کیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد برطانیہ کے خصوصی حقوق و مراعات کا بھی خاتمہ ہو گیا اور عراق نے پوری آزادی حاصل کر لی۔

ستمبر ۱۹۳۳ء میں فیصل اول کے بعد امیر غازی بادشاہ ہوئے جو قومی آزادی کے پرجوش حامی تھے۔ اور عوام اور فوج میں بہت مقبول تھے۔ انہوں نے سعودی عرب اور یمن سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا اور ۱۹۳۷ء میں میثاقِ سعد آباد پر دستخط ہوئے جس میں ترکی، عراق، ایران اور افغانستان شریک تھے۔ اس معاہدہ کو بین الاسلامی اتحاد کا پیش خیمہ تصور کیا گیا اور عراقی عوام اس پالیسی کی پوری تائید کرنے لگے۔ ۱۹۳۹ء میں ملک غازی ایک حادثہ کا شکار ہو گئے اور ان کا کم سن لڑکا فیصل دوم کے لقب سے بادشاہ ہوا۔ فیصل کے ماموں امیر عبدالالہ ریجنٹ ہوئے جن سے عراقی عوام اور سیاسی رہنماؤں کی بڑی تعداد بہت بدگمان تھی۔ فیصل نے جب عنانِ حکومت اپنے ہاتھوں میں لی تو عبدالالہ ان کے ولی عہد ہوئے۔ دوسری عالمی جنگ کا زمانہ عراق کے لیے بڑا نازک دور تھا۔ اور جنگ کے بعد جن خطرات کا سامنا ہوا ان سے عہدہ برآ ہونے کے لیے عراق نے جمہوری ممالک سے تعاون کیا اور مشرقِ وسطیٰ میں اجتماعی تحفظ کے ایک معاہدہ میثاقِ بغداد کا سرگرم رکن بن گیا۔ جس میں پاکستان، ایران، ترکی اور برطانیہ بھی شامل ہیں۔ جولائی ۱۹۵۸ء میں جب عراق میں فوجی انقلاب ہوا تو شاہ فیصل اور امیر عبدالالہ قتل کر دیئے گئے۔ اس طرح ہاشمی خاندان کی حکومت ختم ہو گئی اور عراق میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

دستوری نظامِ حکومت

عراق میں انتخابی اصول کے تحت بادشاہت قائم ہوئی تھی اور یہ شرط رکھی گئی تھی کہ حکومت دستوری، نمائندہ اور قانون کی تابع ہوگی۔ چنانچہ نئی مملکت کا جو دستور منظور کیا گیا اس کے مطابق دو ایوانی پارلیمنٹ قائم کی گئی۔ ایوانِ زیریں کا نام دارالنائبین رکھا گیا اور ایوانِ بالا کا سینٹ۔ دارالنائبین کے لیے ۲ ہزار مرد رائے دہندوں کا ایک نمائندہ منتخب کیا جاتا اور سینٹ کے ارکان کو بادشاہ نامزد کرتا۔ سینٹ کی تعداد دارالنائبین کی تعداد کا ۱/۴ مقرر کی گئی اور ملک و قوم کی نمایاں خدمات انجام دینے والے اشخاص کو اس ایوان میں جگہ دی جاتی۔ قانون دونوں ایوانوں کی منظوری

سے بنایا جاتا۔ لیکن وزارت دارالنّبین کے سامنے جواب دہ تھی۔ وزیراعظم کا تقرر بادشاہ کرتا۔ اور اس کے مشورہ کے مطابق کابینہ کے ارکان مقرر کیے جاتے۔ صوبائی نظم ونسق میں ولایات اور اضلاع کے نظامات کو شامل کیا گیا۔ اور متعلقہ وزیر اپنے شعبوں کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔

اس دستور کے مطابق عراق میں عدالتوں کی تین قسمیں کی گئیں۔ سول، مذہبی اور خصوصی۔ سول عدالتی نظام میں ساٹھ بڑی اور کئی سو چھوٹی عدالتیں شامل کی گئیں۔ مذہبی عدالتیں مختلف مذہبی فرقوں کے باہمی تنازعات کا فیصلہ کرنے کی غرض سے قائم ہوئیں۔ خصوصی عدالتیں پانچ تھیں۔ ایک تو عدالت عالیہ جو وزیروں، پارلیمنٹ کے ممبروں اور ججوں کے خلاف مقدمات کی سماعت کرتی۔ دوسری عدالت فوجی قانون کے خلاف جرائم کرنے والے فوجیوں کے مقدمات کا فیصلہ کرتی۔ تیسری قبائلی معاملات کے تصفیہ کی غرض سے قائم کی گئی۔ چوتھی عدالت حکومت کے ملازمین کے درمیان مقدمات کا فیصلہ کرتی اور پانچویں زمین سے متعلق تمام تنازعات کرتی تھی۔

عراق کے اس نظام حکومت میں بھی فوج اور پولیس پر خاص توجہ کی جاتی۔ بری فوج فضائی اور بحری فوجوں سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی اور اس کو پہاڑی، میدانی اور میکانی تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر قسم کی فوجی تربیت کے لیے کالج اور اسکول قائم کیے گئے اور ۱۸ و ۲۵ سال کے درمیان عمر والوں کے لیے دو سال کی فوجی تربیت لازمی قرار دی گئی۔

عراق کا یہ نظام حکومت جو دستوری بادشاہت پر مبنی تھا جولائی ۱۹۵۸ء کے فوجی انقلاب تک قائم رہا اس کے بعد اس میں بنیادی تبدیلیاں کر دی گئیں۔ اس انقلاب نے ملوکیت کو ختم کر کے نیا دستور نافذ کیا جس کے مطابق عراق کو جمہوریہ قرار دیا گیا۔ اور تین ارکان پر مشتمل حکمراں مجلس اعلیٰ قائم کی گئی۔ اس مجلس کا صدر مملکت کا صدر قرار دیا گیا اور وزیراعظم کے اختیارات بہت وسیع ہو گئے۔

فوجی انقلابات

سیاست میں فوجی مداخلت بیشتر عرب ممالک کی خصوصیت بن گئی ہے۔ اور عراق بھی اس سے مستثنیٰ نہیں رہا۔ ۱۹۳۵ء میں عراق کے حالات بہت نازک ہو گئے تھے۔ ایک طرف تو قبائل کی بغاوتیں بڑھ رہی تھیں اور دوسری طرف سیاسی رہنماؤں میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ کچھ تو جمہوری نظام کے حامی تھے اور کچھ مصطفےٰ کمال جیسے قومی رہنما کی آمریت کو نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ تیسرا مسئلہ فوج نے پیدا کر دیا تھا جو سیاست میں روز افزوں مداخلت کرنے لگی تھی۔ عراق کے ایک انتہا پسند رہنما حکمت سلیمان آمریت کے بڑے حامی تھے۔ اور فوج سے ساز باز کرنے لگے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۳۶ء میں جنرل بکر صدقی نے بغداد پر قبضہ کر لیا۔ وزیر دفاع العسکری قتل کر دیئے گئے اور صدقی کے رفیق کار عبداللطیف مذہبی وزیر دفاع مقرر ہوئے۔ حکمت سلیمان وزیر داخلہ بنائے گئے۔ اور اس طرح فوجی آمریت

قائم ہو گئی۔ لیکن یہ حکومت دیر پا نہ ہو سکی۔ کچھ عرصہ کے بعد بکر صدقی قتل کر دیئے گئے اور جمیل وزیر اعظم ہوئے لیکن سازشوں کا سلسلہ جاری رہا۔ حکمت سلیمان نے شاہ غازی، امیر عبدالالٰہ اور امیر زید اور پچاس ممتاز لیڈروں کو قتل کرنے کی سازش کی۔ جس کا پتہ چل گیا اور حکمت اور ان کے ساتھیوں کو سخت سزائیں دی گئیں۔

۱۹۳۹ء میں فوجیوں نے وزیر دفاع کے تقرر کی مخالفت کی اور صلاح الدین شباغ، کامل شبیب، محمود سلمان اور فہمی سعید نے بغاوت کر کے طٰہٰ ہاشمی یا نوری سعید کو وزیر اعظم بنانے کا مطالبہ کیا۔ آخر کار نوری سعید وزیر اعظم ہوئے۔ لیکن فوجیوں کی در پردہ سرگرمیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اور ۱۹۴۰ء میں حسین فوزی اور امین العمری نے رشید عالی کو وزیر اعظم بنانے کے لیے فوجی انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن نوری سعید اور طٰہٰ ہاشمی نے اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔

دوسری عالمی جنگ شروع ہونے کے بعد عراقی حکومت کو زیادہ مستحکم بنانے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ مارچ ۱۹۴۰ء میں عراق کے سابق وزرائے اعظم کی کانفرنس میں اس مسئلہ پر غور کیا گیا۔ اور نوری السعید نے رشید عالی کو وزیر اعظم بنانے کی سفارش کی۔ اس زمانے میں برطانیہ کی مخالفت روز افزوں تھی۔ فوجی افسر جرمنوں کے حامی تھے۔ پریس بھی جرمنوں کی تائید کر رہا تھا اور محوریوں کے موافق عام فضا پیدا ہو گئی تھی۔ ان حالات کے پیش نظر امیر عبدالالٰہ نے گیلانی سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا لیکن جنرل محمود سلمان نے رشید عالی کی حمایت کر کے خانہ جنگی کا خطرہ پیدا کر دیا۔ یہ کش مکش جاری رہی اور آخر کار رشید عالی کو علیٰحدہ کر کے طٰہٰ ہاشمی کو وزیر اعظم بنایا گیا۔ لیکن فوج نے نئے وزیر اعظم کی حمایت نہ کی اور جنرل امین زکی نے حکومت پر قبضہ کر کے رشید عالی کو وزیر اعظم . اب رشید عالی نے مخالف برطانیہ حکومت قائم کی اور جرمنوں کی پوری تائید کرنے لگے۔ امیر عبدالالٰہ، نوری سعید اور برطانیہ کے حامی سیاستدانوں کو ملک سے باہر پناہ لینی پڑی۔ آخر کار انگریزوں نے عراق پر حملہ کیا۔ رشید عالی اور ان کے ساتھی بھاگ گئے اور پہلے جمیل نے اور ان کے بعد نوری سعید نے نئی حکومت بنائی۔

رشید عالی کی شکست کے بعد سیاسی سرگرمیاں بالکل سرد پڑ گئیں لیکن ۱۹۴۶ء میں جب سیاسی جماعتوں پر سے پابندیاں اٹھالی گئیں تو سیاسی کش مکش پھر شروع ہو گئی۔ دسمبر ۱۹۴۷ء میں صالح جبر کی حکومت نے فضائی مراکز اور بری فوج کی تربیت کے متعلق برطانیہ سے ایک معاہدہ کیا اور اس کے خلاف عراق میں شدید فسادات ہونے لگے۔ صالح جبر کو استعفا دینا پڑا اور عوامی جذبات کی شدت نے عراقی سیاست میں بھی بڑی شدت پسندی پیدا کر دی۔ ۱۹۵۱ء کے بعد سے عراق کی سیاست پر نوری سعید اور صالح جبر کی پارٹیاں حاوی رہیں۔ نوری سعید برسر اقتدار تھے اور صالح جبر حزب مخالف کے قائد۔ نوری سعید کی مخالف جماعتوں کا یہ خیال تھا کہ طریق انتخاب میں تبدیلی کر کے نوری سعید کی جماعت کو شکست دی جا سکتی ہے اور اس مسئلہ کو انہوں نے اس قدر اہمیت دی کہ ۱۹۵۲ء

میں پھر فسادات اور خونریزی کا بازار گرم ہوگیا۔ آخر کار جنرل نورالدین نے اقتدار سنبھال لیا۔ لیکن ان کی حکومت فوجی آمریت نہ تھی۔ نورالدین کی حکومت معاشی مشکلات کا مقابلہ نہ کر سکی اور اس طرح حالات بہت نازک ہوگئے۔ آخر کار تمام جماعتوں نے براہ راست انتخاب کا اصول قبول کر لیا اور نئے انتخابات میں نوری سعید کو شکست دینے کے لیے تمام مخالف جماعتیں متحد ہوگئیں۔ لیکن اس مرتبہ بھی نوری سعید کی جماعت زبردست اکثریت سے کامیاب ہوئی اور وہ قومی تعمیر کے پروگرام کو روبہ عمل لانے کے لیے پوری تندہی سے کام کرنے لگے۔

نوری سعید کے مخالف پارلیمنٹ اور انتخابات میں تو ان کو شکست نہ دے سکے لیکن مخالفانہ کوششوں میں زیادہ شدت سے مصروف رہے اور ان کی پالیسی کے خلاف شدید پروپیگنڈہ کرنے لگے۔ مصری انقلاب کے بعد ان کی سرگرمیاں شدید تر ہوگئیں اور فوج نے پھر سیاست میں مداخلت کی جس کا نتیجہ جولائی ۱۹۵۸ء کے انقلاب کی شکل میں نکلا۔ یہ انقلاب گذشتہ فوجی انقلابوں سے زیادہ وسیع، مکمل اور مستحکم ثابت ہوا۔ اس انقلاب کے رہنما جنرل عبدالکریم القاسم اور عبدالسلام عارف نے ملوکیت کا خاتمہ کر کے عراق کو جمہوریہ قرار دیا۔ اور نیا دستور نافذ کیا۔ ملوکیت کے مخالف سیاست والوں میں سے نجیب الربیعی اور مہدی نئی حکمراں کونسل میں شامل کیے گئے اور عبدالکریم القاسم نئی حکومت کے با اقتدار وزیر اعظم ہوئے۔

اختلافی مسائل

۱۹۴۸ء میں جب میں پہلی مرتبہ عراق گیا تو برطانیہ کے حامیوں اور مخالفوں کی کش مکش انتہائی شدت اختیار کر چکی تھی۔ اس بنا پر عراق کی متعدد جماعتیں نوری السعید کی مخالف تھیں اور چند ماہ قبل صالح جبر کی حکومت کا بھی تختہ الٹ دیا گیا تھا۔ بنیادی اختلافات نے عراقیوں کو دو حصوں میں منقسم کر دیا تھا۔ برطانیہ سے تعاون، ہاشمی حکمرانوں کی تائید اور مغربی جمہوری نظام کی حمایت کرنے والوں کے قائد نوری سعید تھے جو عراقی سیاست پر پوری طرح حاوی تھے۔ دوسری طرف برطانیہ اور ہاشمی حکمرانوں کی مخالفت اور ایک قابل رہنما کی آمریت کی حمایت کرنے والوں کے قائد حزب الاستقلال کے صدر مہدی القبہ تھے جو یاسین پاشا اور رشید عالی کے نظریات کو روبہ عمل لانا چاہتے تھے۔ مجھے اس مسئلہ سے بڑی دلچسپی ہوگئی اور اختلاف کی نوعیت کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے میں نے ان دونوں رہنماؤں کا نقطۂ نظر معلوم کرنے کی کوشش کی۔ نوری سعید کے مخالف اس بات کے تو معترف تھے کہ سیاسی بصیرت اور تدبر و فراست میں کوئی اور عرب رہنما نوری سعید کا مقابلہ نہیں کر سکتا لیکن ان کو یہ شکایت تھی کہ نوری کی یہ غیر معمولی صلاحیتیں برطانوی مفاد کے تحفظ کی کوششوں میں صرف ہوتی ہیں۔ نوری کے حامی اس الزام کی تردید کرتے تھے۔ اور ان کا استدلال یہ تھا کہ عراق کی جداگانہ مملکت قائم کرنے، اس کو خود اختیاری دلانے، برطانوی انتداب ختم کرنے اور پھر ایک آزادانہ مملکت کی

حیثیت سے عراق کو ترقی دینے کے لیے انہوں نے سب سے زیادہ جد وجہد کی ہے۔ پھر وہ برطانیہ کی خاطر عراق کے مفاد کو کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ نوری سعید بڑے حقیقت پسند اور عملی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ عراق نے سیاسی آزادی تو حاصل کر لی ہے لیکن ترقیات کے میدان میں بہت پیچھے ہے۔ اور اس کو ترقی دینے کے لیے حقیقت پسند اور معتدل پالیسی اختیار کرنا ضروری ہے۔ عوام کو مشتعل کر دینا تو آسان ہے لیکن وقتی جوش اور انتہا پسندی سے اصل مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔ عراق کو ترقی کرنے کے لیے دوسرے ممالک کی امداد اور تعاون کی ضرورت ہے۔ اور اس کے لیے برطانیہ سب سے زیادہ موزوں ہے۔ کیونکہ عراق ایک نئی غلامی کا خطرہ مول لیے بغیر برطانیہ سے تعاون کر سکتا ہے اور جمہوریت پسند مغربی ممالک عراق کی ہر جہتی ترقی اور تحفظ و استحکام میں موثر مدد دے سکتے ہیں۔ نوری سعید سترہ مرتبہ وزیر اعظم ہوئے اور اسی پالیسی پر ہمیشہ عمل پیرا رہے۔

۱۹۴۸ء اور ۱۹۵۱ء میں مہدی قبہ سے تین ملاقاتیں ہوئیں۔ اور انہوں نے نوری سعید کے خیالات کی تردید کی۔ ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ نوری سعید کی پالیسی عراق کے لیے نقصان رساں ہے۔ وہ عرب ممالک کے قلب میں یہودی مملکت اسرائیل قائم کرنے والی قوموں سے تعاون کرنا چاہتے ہیں۔ اور ایسے راستے پر جا رہے ہیں جو عراق کو جنگ کے خطرہ سے دور نہیں رکھ سکتا۔ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ عراقی عوام نوری سعید کے مخالف ہیں اور محض غلط طریقۂ انتخاب کی وجہ سے ان کی جماعت حکومت پر قابض ہے۔ لیکن مہدی قبہ کا یہ خیال طریق انتخاب میں تبدیلی کے بعد بھی درست ثابت نہ ہو سکا۔ مہدی قبہ نے فلسطین کے مفتی اعظم سے اظہار عقیدت کرتے رشید عالی کے نقطۂ نظر کی حمایت کی اور عراق کے تمام مصائب کا ذمہ دار ہاشمی خاندان کی حکومت کو قرار دیا۔ کیونکہ اس نے ملک پر ایسے طبقہ کو مسلط کر دیا جو اپنے مفاد کو ملکی مفاد پر ترجیح دیتا رہا۔ ترکی سے شدید اختلاف ظاہر کرنے کے باوجود مہدی قبہ نے اسلامی ممالک میں اتحاد و تعاون کی پُر زور حمایت کی اور پاکستان کے متعلق بڑے اچھے جذبات کا اظہار کیا۔ پارلیمنٹ اور انتخابی جنگ میں تو مہدی قبہ نوری سعید کو شکست نہ دے سکے۔ لیکن فوجی انقلاب کے بعد حصول مقصد میں کامیاب ہوئے۔

سیاسی جماعتیں

۱۹۲۱ء میں سیاسی تنظیموں کے متعلق قانون منظور ہوا اور "حزب الوطنی" اور "النھضہ" کے نام سے دو جماعتیں قائم کی گئیں۔ اس کے بعد محمود گیلانی نے "حزب الحریہ" قائم کی۔ ان جماعتوں کا مقصد سیاسی بیداری پیدا کرنا تھا۔ اور وہ اس کے لیے کوشش کرتی رہیں۔ لیکن عوام پر ان کا اثر نہ تھا۔ اس زمانے میں برطانیہ سے معاہدہ کی حمایت یا مخالفت عراق کا سب سے اہم سیاسی مسئلہ تھا۔ فیصل اول کی تخت نشینی تک عراقی رہنماؤں کے مقاصد میں اختلاف نہ تھا۔ لیکن اس کے بعد یہ دو گروہوں میں بٹ گئے۔ معاہدہ کے حامیوں میں سب سے ممتاز نوری السعید اور جعفر العسکری تھے۔ اور مخالفوں میں یاسین الہاشمی اور علی جودت۔ اس کے بعد سے عراقی سیاست دو مکاتیب فکر

میں منقسم ہو گئے ۔ ایک تو نوری السعید کے پیرو اور دوسرے یاسین الہاشمی کے مقلد۔ نوری سعید نے "العہد" کے نام سے ایک جماعت قائم کی جو بہت با اثر تھی ۔ نوری کے سیاسی مخالف جب الگ الگ ان کا مقابلہ نہ کر سکے تو انہوں نے "حزب الاخوان الوطنی" کے نام سے ایک متحدہ جماعت بنائی جس میں یاسین ہاشمی، ناجی سویدی، علی جودت اور رشید عالی گیلانی سب ہی شریک تھے ۔ اس زمانہ میں علاقۂ موصل اور پٹرول کے مسائل پر ترکی اور عراق کے درمیان اختلاف کی خلیج بہت وسیع ہو گئی تھی جس کو بہت سے لوگ دونوں کے لیے مضرت رساں تصور کرتے تھے ۔ اس لیے "حزب المخلصی" کے نام سے ایک اور جماعت قائم کی گئی جس کا مقصد ترکوں سے دوستانہ روابط قائم اور مستحکم کرنا تھا ۔

۱۹۳۶ء میں جب پہلا فوجی انقلاب ہوا تو سیاسی جماعتیں توڑ دی گئیں اور یہ پابندی ۱۹۴۵ء تک جاری رہی۔ ۱۹۴۶ء میں جب دوبارہ اجازت ملی تو عراق میں کئی سیاسی جماعتیں قائم ہو گئیں ۔ ان میں سب سے بڑی اہم اور با اثر "حزب الدستوری" تھی جس کے رہنما نوری السعید تھے ۔ یہ جماعت اعتدال پسند اور جمہوری نظام معاشری کی حامی تھی اور عراق کی ترقی و استحکام کے لیے مغربی جمہوری ممالک سے تعاون ضروری خیال کرتی تھی ۔ نوری سعید کی پالیسی کی مخالف کئی جماعتیں قائم ہوئیں لیکن ان کی تنظیم اتنی وسیع نہ ہو سکی ۔ ان میں سب سے اہم "حزب الامہ" اور "حزب الاستقلال" تھیں۔ حزب الامہ کے قائد صالح جبر تھے جو ۱۹۵۱ء میں نوری سعید کے سب سے بڑے سیاسی مخالف سمجھے جانے لگے ۔ لیکن ان کی جماعت انتہا پسند نہ تھی ۔ حزب الاستقلال کے رہنما محمد مہدی القبہ تھے ۔ یہ جماعت برطانیہ کی مخالف اور یاسین پاشا اور رشید عالی کی ہم خیال تھی ۔ چنانچہ اس کے رہنما نازیوں کی حمایت میں بھی پیش پیش تھے ۔ اس جماعت نے برطانیہ کے علاوہ ترکی کی بھی مخالفت کی اور روس کی حد تک غیر جانبدار رہی ۔ حزب الاستقلال ہاشمی خاندان کی حکومت کو پسند نہیں کرتی تھی اور معاشری اصلاحات پر بہت زور دیتی رہی "حزب الدموقریطی وطنی" کے لیڈر کامل الشادرشی تھے ۔ یہ جماعت برطانیہ، اشتراکیت اور ہاشمی خاندان کی مخالف تھی لیکن اس کا اثر محدود تھا ۔ "حزب الشعب" کے رہنما طٰہٰ ہاشمی تھے یہ وطن پرست اور اشتراکیت کی طرف مائل جماعت تھی ۔ "حزب الاحرار" بھی برطانیہ کی مخالف جماعت تھی ۔ اس کے رہنما کامل   تھے ۔ برطانیہ کی مخالف ایک اور جماعت "حزب الاحیار الملی" تھی جس کے قائد سمیع شوکت تھے ۔

عراق میں کمیونسٹوں کی تنظیم ۱۹۳۵ء میں غیر قانونی قرار دی گئی تھی ۔ لیکن ان کی سرگرمیاں خفیہ طور پر جاری رہیں ۔ ان کے رہنما داؤد الشائق اور یوسف سلمان تھے جو ایک خفیہ اخبار "القاعدہ" بھی شائع کرتے تھے ۔ یہ لوگ پہلے تو نازیوں کے حامی رشید عالی گیلانی کی تائید کرتے رہے لیکن جب جرمنی نے روس پر حملہ کر دیا تو وہ گیلانی کے بھی مخالف ہو گئے ۔ "حزب الاتحاد الوطنی" جس کے رہنما عبد الفتاح ابراہیم تھے اشتراکیوں کی حمایت کرتی تھی ۔ لیکن ۱۹۴۷ء میں اس پر بھی پابندی لگا دی گئی ۔ جولائی ۱۹۵۸ء کے فوجی انقلاب کے بعد تمام سیاسی جماعتیں توڑ دی گئیں۔

اسلامی تنظیمیں

سیاسی جماعتوں کے علاوہ عراق میں کچھ ایسی جماعتیں بھی قائم کی گئیں جن کا مقصد دینی، تعلیمی اور معاشرتی اصلاح ہے۔ اسلامی جماعتوں میں سب سے اہم "اخوان المسلمین" ہے جو اسلامی انقلاب کی داعی ہے۔ اور زندگی کے ہر شعبہ کو اسلامی سانچوں میں ڈھالنا چاہتی ہے اس کے رہنما شیخ امجد زہاوی اور محمود صداف ہیں۔ "شبان المسلمین" کی تحریک مصر میں شروع کی گئی تھی جو وائی۔ایم۔سی۔اے کا جواب ہے۔ اس کو عراق میں بھی فروغ حاصل ہوا جہاں اس کے رہنما سید حسن رضا ہیں۔ "جمعیت الہدایت الاسلامیہ"، "جمعیت الآداب الاسلامیہ" اور "جمعیت الخدمات الدینیہ والاجتماعیہ" کے رہنما علی الترتیب عبداللہ شیخ لی، شیخ کمال الدین الثائی اور شیخ جلال الحنفی ہیں۔ یہ جماعتیں مسلمانوں کی دینی، تعلیمی اور معاشرتی اصلاح میں مصروف رہتی ہیں اور کافی با اثر ہیں۔

اخبارات

عراق میں سیاسی جماعتوں کے ساتھ ہی صحافت بھی ترقی کرتی رہی۔ فوجی انقلاب سے پہلے عراق کے بڑے اخبار مختلف جماعتوں کے ترجمان تھے۔ نوری سعید کی جماعت "حزب الدستوری" کا ترجمان "الدستور" سب سے زیادہ با اثر اخبار تھا۔ " " اور "لواء الاستقلال" حزب الاستقلال کے ترجمان تھے اور "الامۃ"، "صوت الاہالی"، "صوت الاحرار" حزب الامۃ، حزب الدمو قریطی وطنی اور حزب الاحرار کے اخبار تھے۔ "الومیض"، "الشعب"، "الآراء" اور "السجل" کی پالیسی ہمیشہ آزاد رہی۔ ان میں "السجل" بین الاسلامی اتحاد کا پُرجوش حامی رہا ہے اور "الزمان" اور "الاخبار" تجارتی نوعیت کے جرائد ہیں۔

باشندے

عراق کے باشندے مسلمان ہیں جن میں سنی اور شیعہ تقریباً مساوی تعداد میں ہیں۔ اور ان باشندوں کی اکثریت عرب ہے۔ اور ملک کی عام اور سرکاری زبان عربی ہے۔ ایرانی سرحد سے متصل علاقوں اور بڑے شہروں میں فارسی بولنے والے بھی کافی ہیں۔ بغداد، نجف، کربلا، بصرہ اور دوسرے کئی مقامات میں اُردو بولنے والے بھی مل جاتے ہیں۔ بالخصوص کربلا اور نجف میں جہاں کے مزاروں اور بغداد کے سجادہ نشینوں کے خاندان والے تو اردو مادری زبان کی طرح بولتے ہیں۔ شمال میں جنگ جُو کردی قبائل آباد ہیں۔ جن کی زبان ایرانی سے ملتی جلتی ہے۔ کرد شروع ہی سے اپنے حقوق کے تحفظ کا مطالبہ کرتے رہے ہیں۔ اور ۱۹۲۰ء میں انہوں نے پارلیمنٹ میں بھی یہ سوال اٹھایا تھا۔ لیکن حکومت ان کی تشفی نہ کر سکی اور ۱۹۳۰ء میں کردوں نے بغاوت کر دی۔ ان کے رہنما شیخ محمود نے متحدہ کردستان کا مطالبہ کیا تھا اور کافی خونریزی کے بعد اس بغاوت کو فرو کیا گیا۔ لیکن عربوں کے طرز عمل سے کرد مطمئن نہ تھے اور یہ کش مکش بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۳ء میں پھر بغاوت ہو گئی۔ اس مرتبہ کردوں کا رہنما ملا مصطفےٰ تھا۔ خونریز جنگ اور بمباری کے بعد باغی پسپا ہوئے اور مُلا

مصطفےٰ اپنی فوج لے کر ایرانی کردستان چلا گیا۔ جہاں قاضی محمد کردوں کی آزاد مملکت کے لیے کام کر رہا تھا اور ماہ آباد اس کی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ حالیہ فوجی انقلاب کے بعد ملا مصطفےٰ کو عراق واپس آنے کی اجازت دی گئی اور کردوں کو داخلی خود اختیاری دینے کے مسئلہ پر غور کیا جانے لگا۔ کردوں کے علاوہ شمال میں اربیل، کرکوک اور خانقین کے علاقے میں پانچ لاکھ ترک آباد ہیں۔ جو ترکی بولتے ہیں اور ان کی معاشرت بھی عربوں سے مختلف ہے۔

موصل کے علاقے میں جبل سنجر اور ضلع شیخاں میں ایک اور فرقہ آباد ہے جو یزیدی کہلاتا ہے۔ ان کے عقائد مسلمانوں، عیسائیوں اور مجوسیوں کے عقائد کا مجموعہ ہیں۔ یہ شیطان کو بھی خدائی قوت کا مظہر سمجھتے ہیں۔ اور اس کے پرستار ہیں۔ چنانچہ وہ حضرت امام حسینؓ اور یزید دونوں کی عظمت کے قائل ہیں۔ اور ان کا یہ استدلال ہے کہ اگر یزید بھی ایک خدائی قوت کا مظہر نہ ہوتا تو امام حسین کو کیسے قتل کر سکتا تھا۔ یزیدی قبائل کردی زبان بولتے ہیں۔ لیکن عبادت عربی میں کرتے ہیں۔ عراق میں ایک لاکھ عیسائی بھی آباد ہیں اور پارلیمنٹ میں بھی ان کے چھ نمایندے تھے۔ یہودیوں کی تعداد پونے ۱۰۵ ہزار تھی۔ ۵۲-۱۹۵۱ء میں ان کی اکثریت اسرائیل چلی گئی اور صرف پندرہ ہزار یہودی باقی رہ گئے۔ عراق کے پرانے اور نئے دونوں دستوروں میں اسلام کو مملکت کا مذہب قرار دیا گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی غیر مسلموں کو مذہبی آزادی کی ضمانت بھی دی گئی۔ بشرطیکہ یہ آزادی قانون، امن عامہ اور اخلاق کی حدود سے متجاوز نہ ہو

معاشی حالت

عراق زراعتی ملک ہے۔ گیہوں، جوار، روئی، چاول، چنا، جو اور روغنی تخم خاص پیداوار ہیں۔ اس کے علاوہ ۳۵۰ قسم کے کھجوروں کے دو کروڑ درخت بھی لگائے گئے ہیں جن سے تین لاکھ ٹن پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ اور کثیر مقدار برآمد کی جاتی ہے۔ زرعی ترقی کے لیے آب پاشی کے وسیع انتظامات ہیں۔ اور چار زبردست بند بنائے گئے ہیں۔ دریائے فرات پر ہندیہ اور حبانیہ کے بند اور دجلہ پر فوت اور دجلہ بند تعمیر کیے گئے ہیں۔ جن سے بہت وسیع علاقے سیراب ہوتے ہیں۔ بیرونی ممالک سے عراق کی تجارت بھی ترقی پر ہے۔ اور اس سے معاشی حالت بہتر بنانے میں مدد ملتی ہے۔ لیکن عراق کی معاشی ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ پٹرول ہے۔ عراق پٹرولیم کمپنی ۱۹۲۷ء میں قائم ہوئی تھی جس میں امریکہ، برطانیہ، فرانس اور ہالینڈ کی کمپنیوں کے حصے ہیں۔ پہلے اس سے عراق کی حکومت کو برائے نام فائدہ ہوتا تھا۔ لیکن نوری السعید نے ۱۹۵۲ء میں عراق کے لیے نصف حصے کا مطالبہ کیا۔ اور آخر کار اس کو منوا لیا چنانچہ نئے معاہدہ کے مطابق عراق کو ۹۰ کروڑ پونڈ سالانہ ملنے لگے۔ جب یہ معاہدہ ہوا تو عراق کے عہدہ دار اور شیوخ بہت خوش ہوئے تھے کہ ایران اور سعودی عرب کی طرح یہ کثیر دولت ان کا حصہ ہوگی۔ لیکن نوری سعید نے اس آمدنی کا ۷۰ فی صد ترقیاتی اسکیموں کے لیے اور ۳۰ فی صد نظم و نسق کے مصارف کے لیے مختص کر دیا۔ اور اس طرح پٹرول سے آمدنی ملک کی فلاح و ترقی پر صرف ہونے لگی۔

ترقیات

جدید عراق کی تعمیر و ترقی کے لیے نوری السعید نے ۵۰ کروڑ پونڈ کا ایک ترقیاتی فنڈ قائم کیا۔ اور دوسرے ترقیاتی فنڈ کے لیے عالمی بنک سے ایک کروڑ ۲۸ لاکھ ڈالر قرض لیے جو پٹرول کی آمدنی سے ادا کر دیئے گئے۔ ان دونوں قومی سرمایوں سے ترقیات کے زبردست منصوبوں پر عمل ہونے لگا اور پٹرول سے کثیر آمدنی ان سرمایوں میں اضافہ کرنے لگی۔ مجوزہ ترقیاتی اسکیموں کے مطابق فرات پر بند بنا کر ½ ۱ لاکھ ایکڑ صحرا میں نہریں پھیلا دی گئیں۔ اور دو سو کاشتکار خاندانوں کو چالیس چالیس ایکڑ زمین دے کر یہاں آباد کیا گیا۔ سامرہ کے قریب سیلاب کو روکنے کے لیے ایک کروڑ چالیس لاکھ پونڈ صرف کر کے بند تعمیر کیا گیا۔ چالیس لاکھ پونڈ کی لاگت سے موصل میں کپڑے کا کارخانہ بنا۔ ۲۵ لاکھ پونڈ کے صرف سے دجلہ پر دو نئے پل بنائے گئے۔ اور ایک دس سالہ منصوبہ کے مطابق ڈھائی ہزار میل طویل نئی سڑکیں تعمیر کی جانے لگیں۔ بغداد میں جھونپڑوں کو توڑ کر ان کی جگہ پندرہ سو نئے مکان بنائے گئے۔ اور ملک میں رہائش کا مسئلہ حل کرنے کے لیے ۴ لاکھ مکان بنانے کی اسکیم مرتب ہوئی جس کے مطابق مختلف شہروں میں ۲۵ ہزار مکان انقلاب سے پہلے مکمل ہو چکے تھے۔ بغداد میں ۵۰ لاکھ پونڈ کے صرف سے عظیم الشان شفاخانہ اور میڈیکل کالج تعمیر کئے گئے۔ اور دوسرے شہروں میں بھی پندرہ ہسپتال بنے۔ تعلیم کی جدید منصوبہ بندی کے مطابق ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ ہر قسم کی تعلیم مفت کر دی گئی۔ ابتدائی تعلیم لازمی کر کے اس کے لیے ۱۵ سو نئے مدارس قائم کئے گئے۔ اس طرح جدید عراق کے معمار نوری سعید نے پٹرول کی آمدنی کو ملک کی ہر جہتی فلاح و ترقی پر صرف کیا اور چند سال کے عرصہ میں عراق نے حیرت انگیز ترقی کر لی۔

تاریخِ جمہوریت

مصنفہ شاہد حسین رزاقی

قبائلی معاشروں اور یونانِ قدیم سے لے کر عہد انقلاب اور دورِ حاضرہ تک جمہوریت کی مکمل تاریخ جس میں جمہوریت کی نوعیت و ارتقاء، مطلق العنانی اور جمہوریت کی طویل کش مکش مختلف زمانوں کے جمہوری نظامات اور اسلامی و مغربی جمہوری افکار کو بڑی خوبی سے واضح کیا گیا ہے۔

صفحات ۵۰۶ ۔ قیمت ۸/- روپے

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ ۔ کلب روڈ ۔ لاہور